میدانِ محشر سے......

سو رہا تھا قبر میں وہ چیخ بھی دِلدوز تھی
ہِل رہی تھی یہ زمیں، آواز بھی پُر سوز تھی

بن پتنگے اُڑ رہے تھے لوگ میرے چار سُو
اُڑ رہے ایسے جبل تھے جیسے چلتی گرم لُو

ایسے عالم میں کوئی چہرے بہت تھے تابناک
باقیوں کے بال اُلجھے، خاک آلودہ تھی ناک

بج رہا تھا اک نقارہ، اس طرف کو آیئے
کیا تھا بویا، کیا ہے کاٹا، گوشوارہ لایئے

ہائے تھی بس ہر زباں پہ حسرتوں کا راج تھا
ہر گھڑی تھے جس کا سُنتے ، حشر برپا آج تھا

پاؤں بوجھل ہو رہے تھے، دل پہ کوئی شور تھا
جو تھا سوچا وہ نہیں تھا یہ تو قصہ اور تھا

ایک صاحب تھے جلالی اور تھے مامور بر
انتظامِ روز و شب پر، محشر و میزان پر

میں نے پوچھا ان سے ربِ دو جہاں کب آئیں گے
کیا ہمارے عیب سب کے سامنے دکھلائیں گے؟

وہ جو فانی دار تھا اُس میں کہاں تھے یہ سوال
آج یومِ دین ہے، اُس نے کہا، اب کیا ملال

عالی جاہ میں وقت ہی نہ پا سکا، میں کیا کروں
بھیج دیں واپس اگر، پھر میں جیوں، پھر میں مروں

تو خدائی پھر کرے گا لوٹ بھی جائے اگر
حضرت انسان ہے تُو کی جس نے روح بھی دربدر

میں مسلماں اس جہاں میں، مجھ پے ہو وا کوئی باب
آج سب ہیں ایک صف میں، سب کا ہو گا احتساب

اُس کی رحمت کیلیئے میں ہاتھ بھی پھیلائے ہوں
عدل ہے اُس کا وطیرہ، تُو بھی کر لے سر نگوں

سب کیا ہے اور دھرا ہے میں نے یہ تشخیص کی
بات چھیڑوں یا نہ چھیڑوں اُس لعین ابلیس کی

جان کے وہ چال میری مجھ سے یوں گویا ہوا
جاگتی تیری خودی پر نفس ہے سویا ہوا

یہ پرانی چال تو اوروں کو جو الزام دے
آج سب کچھ مُنکشف ہے، نے کسی کا نام لے

کیوں نہیں سمجھے ہیں کہ میں کس قدر مجبور تھا
غم تھے مجھ پر اتنے گویا میں تھکن سے چُور تھا

میں نے اپنی کُل متاعِ زندگی تھی نام کی
تُو سنائے رام لِیلیٰ دکھ بھری، آلام کی

جا، نہ میرا وقت لے کہ تُو بہت بدنام ہے
کوچہء یاراں میں ترے سر ہر اک الزام ہے

میں چلا آگے وہاں سے ، اک جہاں ہی اور تھا
سب تھے اُڑتے پھر رہے اور اک غضب کا شور تھا

اک جگہ پر تین صاحب گفتہ نا معتوب تھے
علمِ دیں، جاں آفریں اور زُہد سے منسوب تھے

کیوں لیا تھا علم، کیوں دی جان جانِ آفریں
کیا تیرا تقوٰی تھا زاہد اور کہاں تیری زمیں

مالکِ دونوں جہاں بس تُو مرا مقصود تھا
تیری خاطر کٹ مرے تھے، تو مرا معبود تھا

تو ہوّائے نفس کو خود سے نہ کر پایا جُدا
اپنی پُوجا کر رہا تھا، تو ہی تھا تیرا خُدا

لے چلو اِن کو، نہیں اِن سے کریں کوئی کلام
جھونک دو اِن کو کہ اِن کے درد کو اب ہے دوام

دو قدم آگے بڑھا، وہ حسرتِ پیہم کِھلی
عرش کے سایے میں جن کو سلطنت جم کی ملی

میں نے پوچھا، کیا کیے ہو اُس جہانِ سنگ میں
عدل تھا کلیّہ ہمارا، دائمی ہر رنگ میں

تُو نے کیسے پا لیا سب تُو تو ہے اک نوجواں
لو لگائی رب سے اپنے چھوڑ کے سارا جہاں

کیا ترا تھا وصفِ دائم اُس جہاں میں کیا تھا طَور
دل مرا ہر دم بلاتا تھا مجھے مسجد کی اور

وہ بھی تھے اُس گھر میں رہتے جن کا رشتہ بس یہی
وار دیتے رب کی خاطر ایک دُوجے پر خوشی

میں یہاں ہوں مجھ پہ خود کو پیش کرتی تھی وہ حُور
وہ نگاہیں روح سے مجھ کو نہ کر پائیں تھیں دور

میں تو صاحب مال یوں اِس ہاتھ سے دیتا رہا
جان نہ پایا مجھے جو مال تھا لیتا رہا

ایک تھا گوشہ نشیں، سب سن کے اُس نے یوں کہا
ایک لمحہ تھا کہ رب کے خوف سے آنسو بہا

ہم بہت مشکور ہیں اس جُود پر رحمان کے
کیا بتائیں کیا تھا عالم بعد اِس اعلان کے

پھر زمیں کانپی کہ اک چنگاڑ سی اُٹھی کہیں
یوں تھا لگتا ڈھانپ لے گی ہم کو یہ خلقت یہیں

زورِ حدت بڑھ رہا تھا، جان جیسے جا رہی
تھام لو سب سانس کہ وہ ہے جہنم آ رہی

سب گرے سجدے میں اپنے رب کے، یہ منصوب تھا
تجھ سے دنیا میں یہی سجدہ تو بس مطلوب تھا

توڑ کے سب ضبط عورت پھینک دے جیسے حمل
خوف ایسا کانپتے تھے اُس گھڑی اصحابِ حل

عرش سے آئی صدا کہ کون ہے مسجودِ قوم
پیش ہوتی دِکھ رہی تعبیرِ لِمَنِ المُلکُ الیوم

اک منادی اب ہوئی اقدام نہ ہِل پائیں گے
جب تلک یہ پانچ نکتے سب سے پوچھے جائیں گے

کیا تھا مقصد زندگی کا اور جوانی کا کمال
علم پر کتنا عمل تھا اور حسابِ کسبِ مال

کیسی یہ دُنیا ہے یارب، کیا کڑا ہے احتساب
دل کہ الجھا جا رہا ہے دے نہیں سکتا حساب

کیا بتاؤں زندگی ادنیٰ غموں میں گُھل گئی
علم تھا پیشہ، عمل کی سب حقیقت کُھل گئی

میرے مولا کیا نہیں ممکن عدم ہو جاؤں میں
جس سے تُو نے سب سکھایا وہ قلم ہو جاؤں میں

تھے سوالِ آدمیت پر جوابِ بے کراں
رحم مالک، رحم مالک ایک ہی آہ و فُغاں

پھر تھا منظر سب کھڑے میزان پر تھے صف بہ صف
بے لباسی تھا مقدر، شاکلہ تھا سر پہ لف

ضابطہ تھا عدل کا ایسا نہیں دیکھا کبھی
بے نتیجہ جو سعی تھی، مان لی وہ بھی گئی

گفتگو جو رات کی تنہائی میں کی رب سے تھی
سُرخیوں میں وہ لکھی تھی، بات جانے کب کی تھی

وزن جو تُل جاتے تو پھر ضرب کھاتا شاکلہ
کم وزن بھی تھے سرِ صف کیا عجب تھا معاملہ

آنکھ پتھر، دل محو تھے، حلق تھے سُوکھے ہوئے
کیا حکم مجھ واسطے، سب نفس تھے بُھوکے ہوئے

نہ کوئی اولاد تھی، نہ اقربا، نہ یار تھے
سب نے آنکھیں پھیر لیں ہر اک پہ اپنے بار تھے

کچھ تھے اصحابُ الیمیں جو بھاگتے تھے جھوم کر
ہاتھ پکڑا ایک پرچہ دیکھتے تھے چُوم کر

دوڑتے تھے باغِ اُلفت کو خوشی سے تھے نہال
اُن کا ماضی کرب سے بھرپور تھا روشن تھا حال

اور درِ جنت پہ سب یوں اُن سے چمٹے جاتے تھے
آرزوؤں کی فصیلوں پر انہیں لے آتے تھے

کس کو ملتی کامیابی، سوچتا ہوں یہ کھڑا
ہو رہے ذیشان، آثم، میں ہوں اُلجھن میں پڑا

بس یہی جانا کہ جو بندہ تھا وہ ہے کامیاب
جو خدا بننے کو آیا تھا رہا وہ بے حجاب

میں نے اک سے یہ کہا مجھ کو بھی تو دِکھلایئے
کیا ملا تم کو یہاں، ہم کو بھی لے کر جایئے

صد شکر کہ اک طرف اُس صاحبِ خوش بخت نے
تخت دکھلایا، کِیا مدہوش مجھ کو تخت نے

یہ نگاہِ بے بصیرت سب بُھلا کے جائے گی
اِس کی حد ہے بس یہاں تک، اب نہیں سہہ پائے گی

اِس تصور سے میں نکلا، جب لگی میری صدا
آیئے میدان میں سن لیں ذرا تیری دعا

رعب تھا ایسا کہ لفظوں میں بیاں ہو گا نہیں
روک لے کوئی مجھے جانا وہاں ہو گا نہیں

دست بستہ، سر جھکائے، بارگاہِ رب میں تھا
علم تھا تجھ کو سکھایا پھر بھی شامل سب میں تھا

بول تُو اب، کیا عقیدہ سینچ کے لایا ہے تُو
عشق ہے توحید سے یا شِرک کا سایہ ہے تُو

صد شکر ہے میرے مولا، شرک سے میں دُور تھا
لاکھ مجھ میں عیب ہوں گے پر تیرا مامور تھا

شرک کیا ہے، سر جھکانا بس درِ اصنام پر؟
یوں نہ اپنے نفس کی تحریر کو تُو عام کر

مال پُوجا، نفس پُوجا، شاہ کو پُوجا تو نے جب
کیا مری توحید کا اثبات تھا یہ طور سب؟

یا میرے مولا، یہ واحد تھا سوالِ زندگی
سوچتا تھا یہ میری نُصرت کرے گا اُس گھڑی

اب بتا دے کیا عبادت کے ترے اوقات تھے؟
کیا خُشوع اور کیا خُضوع تھے، کیا ترے جذبات تھے؟

تُو ہے اکبر، شان کے لائق نہیں میں نے کیا
بندگی کا ضابطہ اوروں سے تھا میں نے لیا

دیکھ تُو اپنی نمازیں، دیکھ نیت کا جلال
وہ وہاں پر سب کُھلا ہے جو کیا تُو نے کمال

کس کے لکھے پر بنائے تُو نے غِل سے پُر رواج
کیا مرے دیں میں وہ سب تھے، تُو نے پہنے تھے جو تاج؟

فکرِ فردا تھی ترا ہر زاویہ، ہر آن کوش
ملتِ بیضا کے معنی پر نہ رکھ پایا تو گوش

تُو بتا تو کیا ترے اعمال ہیں کہ رحم ہو
دیں کے غلبے کی جُہد کی؟ کھول تو کچھ فہم کو

کیا مرے بندے ہیں راضی، اُس پے جو تُو نے کِیا
وہ مرا کُنبہ ہے جس کو تُو نے بے گل کر دیا

تجھ کو سونپا تھا میرے محبوب نے فرضِ زماں
ہاتھ سے روکا تھا مُنکر یا کہ کھولی تھی زُباں؟

دِکھ رہا تھا اُس گھڑی انجام اپنا سامنے
اب یہاں پر کون آئے ہاتھ میرا تھامنے

کُچھ ترے اعمال ہیں جو، ہیں شبینہ روز میں
تُو بہت رہتا تھا نادم اُس جہانِ سوز میں

تُو نے ہر دم چاکری کی مہر کی محتاج کی
عین ممکن حق میں تیرے ہو یہ محفل آج کی

اک جگہ پے بیٹھ کے میں رو رہا، بے یار تھا
ہر طرف تھی نفسا نفسی، یہ عجب بازار تھا

پھر یکا یک اک طرف کو ساری خلقت بھاگتی
جیسے پہلے نیند میں تھی اب ہے ملت جاگتی

آ رہی تھی اک سواری عرش کے اطراف سے
جس کے ہاتھوں میں سواری وہ لدا اوصاف سے

ایک نعرہ تھا نگاہوں کو جھکا لو سب وہاں
یا رسول اللہ کرم ہم پر کرا دو اب یہاں

آ رہے تھے جُوں جُوں آگے، نور یوں تھا پھیلتا
سیر ہر اک ہو رہا تھا، غم کو اپنے جھیلتا

میں نے سوچا، کیا نظر ہم پر بھی ہو گی کرم کی
بوجھ سب کاندھے اُٹھائے، فکر اپنے بھرم کی

حالتِ خلقت جو دیکھی، رحمتُ للعالمیں
گر گئے سجدے میں تر کی آنسوؤں سے وہ زمیں

عالمِ رشکِ ثنا ربِ جہاں کو بھا گیا
تھم گیا سب، رحمتوں کا ایک طوفاں آ گیا

سعد بھی اس حال میں آقا کے قدموں پر گیا
اشتیاقِ دید تھا کہ دید پا کہ مر گیا

اِس ٹھٹھک سے جاگ اُٹھا سو رہا تھا جو کبھی
امتِ بے ہوش پر وہ رو رہا ہے ہر گھڑی

دے الٰہی ہم کو محبوبِ خدا کی پیروی
منصبِ اُمت پہ فائز ہوں مٹا کے تیرگی